جلد ۱۸ — شہادت ۱۳۵۶ ہش — شمارہ ۳

اپریل ۱۹۷۷ء

تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ اشتراک

پاکستان — دس روپے

بیرونی ممالک ہوائی ڈاک — اسی روپے

بیرونی ممالک بحری ڈاک — چالیس روپے

قیمت پرچہ ہذا — ایک روپیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

• ہجرت ۱۳۵۶ ہش
• ربیع الثانی ۱۳۹۷ ہجری
• اپریل ۱۹۷۷ء

ایڈیٹر
سید عبدالحی

قیمت سالانہ .... دس روپے
فی پرچہ .... ایک روپیہ

فہرست مضامین

پبلشر .... چوہدری محمد ابراہیم
مطبع ..... ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت .... دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دارالصدر جنوبی ربوہ

قال اللہ تعالیٰ

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (المجادلۃ ۲۱)

اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔

"غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشا ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں ان کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں انکو وفات دیکر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقعہ دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے۔ اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔

غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور انکی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کر دیتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو آخر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھ لیتا ہے۔" (الوصیۃ)

قال الرسول صلے اللہ علیہ وسلم

اعمال کا اجر نیّت کے مطابق ملتا ہے

عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ اِنَّمَا لِکُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰی (صحیح بخاری)

ترجمہ۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اعمال نیتوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اور ہر شخص اپنی نیت کے مطابق بدلہ پاتا ہے۔

تشریح:۔ یہ لطیف حدیث انسانی اعمال کے فلسفہ پر ایک اصولی روشنی ڈالتی ہے۔ ظاہر ہے کہ بظاہر نیک نظر آنے والے اعمال بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض کام محض عادت کے طور پر کئے جاتے ہیں اور بعض کام دوسروں کی نقل میں کئے جاتے ہیں اور بعض کام ریا اور دکھاوے کے طور پر کئے جاتے ہیں۔ لیکن ہمارے آقا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ سب کام خدائے اسلام کے ترازو میں بالکل بے وزن اور بے سود ہیں اور صحیح عمل وہی ہے جو دل کے سچے ارادہ اور نیت کے خلوص کے ساتھ کیا جائے اور یہی وہ عمل ہے جو خدا کی طرف سے حقیقی جزا پانے کا مستحق ہے۔ حق یہ ہے کہ جب تک انسان کا دل اور اسکی زبان اور اس کے جوارح یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ کسی عمل کے بجالانے میں برابر کے شریک نہ ہوں وہ عمل کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ دل میں سچی نیت ہو۔ زبان سے اس نیت کی تصدیق ہو۔ اور ہاتھ پاؤں اس نیت کے عملی گواہ ہوں تو تب جا کر ایک عمل قبولیت کا درجہ حاصل کرتا ہے۔ اگر کسی شخص کے دل میں سچی نیت نہیں تو وہ منافق ہے۔ اگر اس کی زبان پر اس کی نیت کی تصدیق نہیں تو وہ بزدل ہے اور اگر اسکے ہاتھ پاؤں اس کی بیان کردہ نیت کے مطابق نہیں تو وہ بدعمل ہے۔ پس سچا عمل وہی ہے جس کے ساتھ سچی نیت شامل ہو۔ پاک نیت سے انسان اپنے بظاہر دنیوی اعمال کو بھی اعلیٰ درجہ کے دینی اعمال بنا سکتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک خاوند اس نیت سے اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالتا ہے کہ میرے خدا کا یہ منشا ہے کہ مَیں اپنی بیوی کا خرچ مہیا کروں اور اس کے آرام کا خیال رکھوں تو اس کا یہ فعل بھی خدا کے حضور ایک نیکی شمار ہوگا۔ مگر افسوس ہے کہ دنیا میں لاکھوں انسان صرف اس لئے نماز پڑھتے ہیں کہ انہیں بچپن سے نماز کی عادت پڑ چکی ہے اور لاکھوں انسان صرف اس لئے روزہ رکھتے ہیں کہ ان کے اردگرد کے لوگ روزہ دار ہوتے ہیں۔ اور لاکھوں انسان صرف اس لئے حج کرتے ہیں کہ تا لوگوں میں ان کا نام حاجی مشہور ہو اور وہ نیک سمجھے جائیں اور ان کے کاروبار میں ترقی ہو۔ ہمارے آقا (فداہ نفسی) کی یہ حدیث ایسے تمام اعمال کو باطل قرار دیتی ہے اور ایک باطل عمل خواہ وہ ظاہر میں کتنا ہی نیک نظر آئے خدا کے حضور کوئی اجر نہیں پا سکتا۔ لاریب سچا عمل وہی ہے جس کے ساتھ سچی نیت ہو۔ اور عمل کا اجر بھی نیت کے مطابق ہی ملتا ہے۔

(ترجمہ و تشریح حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ)

—(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام)—

اپنی جماعت کے لئے بعض نصائح

"اے میری جماعت! خدا تعالےٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو وہ قادر و کریم آپ لوگوں کو سفر آخرت کے لئے ایسا تیار کرے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ تیار کئے گئے تھے۔ خوب یاد رکھو کہ دنیا کچھ چیز نہیں ہے۔ لعنتی ہے وہ زندگی جو محض دنیا کے لئے ہے اور بد قسمت ہے وہ جس کا تمام ہمّ و غم دنیا کے لئے ہے۔ ایسا انسان اگر میری جماعت میں ہے تو وہ عبث طور پر میری جماعت میں داخل کرتا ہے کیونکہ وہ اُس خشک ٹہنی کی طرح ہے جو پھل نہیں لائیگی اے سعادت مند لوگو! تم زور کے ساتھ اس تعلیم میں داخل ہو جو تمہاری نجات کے لئے مجھے دی گئی ہے۔ تم خدا کو واحد لاشریک سمجھو اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو نہ آسمان میں سے نہ زمین میں سے۔ خدا اسباب کے استعمال سے تمہیں منع نہیں کرتا۔ لیکن جو شخص خدا کو چھوڑ کر اسباب پر ہی بھروسہ کرتا ہے وہ مشرک ہے۔ قدیم سے خدا کہتا چلا آیا ہے کہ پاک دل بننے کے سوا نجات نہیں۔ سو تم پاک دل بن جاؤ اور نفسانی کینوں اور غصوں سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے نفس امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں۔ مگر سب سے زیادہ تکبّر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبّر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا۔ سو تم دل کے مسکین بن جاؤ۔ عام طور پر بنی نوع کی ہمدردی کرو جبکہ تم انہیں بہشت دلانے کے لئے وعظ کرتے ہو۔ سو یہ وعظ تمہارا کب صحیح ہو سکتا ہے۔ اگر تم اس چند روزہ دنیا میں ان کی بدخواہی کرو۔ خدا تعالےٰ کے فرائض کو دلی خوف سے بجا لاؤ کہ تم ان سے پوچھے جاؤ گے۔ نمازوں میں بہت دعا کرو کہ تا خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے۔ اور تمہارے دلوں کو صاف کرے۔ کیونکہ انسان کمزور ہے۔ ہر ایک بدی جو دُور ہوتی ہے وہ خدا تعالےٰ کی قوت سے دُور ہوتی ہے۔ اور جب تک انسان خدا سے قوت نہ پاوے کسی بدی کے دُور کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔

اسلام صرف یہ نہیں ہے کہ رسم کے طور پر اپنے تئیں کلمہ گو کہلاؤ بلکہ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری روحیں خدا تعالےٰ کے آستانہ پر گر جائیں۔ اور خدا اور اس کے احکام ہر ایک پہلو کی رو سے تمہاری دنیا پر تمہیں مقدم ہو جائیں — اے میری عزیز جماعت! یقیناً سمجھو کہ زمانہ اپنے آخر کو پہنچ گیا ہے اور ایک صریح انقلاب نمودار ہو گیا ہے۔ سو اپنی جانوں کو دھوکہ مت دو اور بہت جلد راستبازی میں کامل ہو جاؤ۔ قرآن کو اپنا پیشوا پکڑو اور ہر ایک بات میں اس سے روشنی حاصل کرو۔" (تذکرۃ الشہادتین)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی کلام

قصیدہ بحضور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

يَا عَيْنَ فَيْضِ اللّٰهِ وَالْعِرْفَانِ
يَسْعٰى إِلَيْكَ الْخَلْقُ كَالظَّمْآنِ

يَا بَحْرَ فَضْلِ الْمُنْعِمِ الْمَنَّانِ
تَهْوِي إِلَيْكَ الزُّمَرُ بِالْكِيزَانِ

يَا شَمْسَ مُلْكِ الْحُسْنِ وَالْإِحْسَانِ
نَوَّرْتَ وَجْهَ الْبَرِّ وَالْعُمْرَانِ

قَوْمٌ رَأَوْكَ وَأُمَّةٌ قَدْ أُخْبِرَتْ
مِنْ ذٰلِكَ الْبَدْرِ الَّذِي أَصْبَانِي

يَبْكُونَ مِنْ ذِكْرِ الْجَمَالِ صَبَابَةً
وَتَأَلُّمًا مِنْ لَوْعَةِ الْهِجْرَانِ

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

- اے سرچشمۂ فیض وعرفانِ الٰہی! مخلوق کی طرف ایک پیاسے کی طرح دوڑی آرہی ہے۔
- اے خدائے منعم ومحسن کے فضل کے سمندر! لوگ اپنے ظروف لیکر جوق درجوق تیری طرف امڈتے چلے آرہے ہیں۔
- اے آفتابِ کشورِ حسن واحسان! تو نے بیابان اور آباد دنیا کو (اپنے نور سے) منوّر کردیا ہے۔
- اے قوم تیرے دیدار سے مشرف ہوئی اور ایک قوم کو اس بدرِ کامل کے حسن سے مطلع کیا گیا جس نے مجھے اپنا فریفتہ بنالیا۔
- وہ اس حسن کے ذکر سے وارفتہ اور سوزِ فراق سے دردمند ہو کر روتے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی کلام

ایک عاجزانہ دعا

اے خداوندِ من گناہم بخش
سوئے درگاہِ خویش راہم بخش

روشنی بخش در دل و جانم
پاک کُن از گناہِ پنہانم

دل ستانی و دل ربائی کُن
بہ نگاہے گرہ کشائی کُن

در دو عالَم مرا عزیز توئی
وآنچہ می خواہم از تو نیز توئی

(براہین احمدیہ حصّہ اوّل دیباچہ)

- اے میرے خداوند میرے گناہ بخش اور اپنی درگاہ کی طرف میری راہ نمائی فرما۔
- میرے دل اور میری روح کو نور عطا فرما اور مجھے میرے مخفی گناہوں سے پاک فرما۔
- اپنے حُسنِ دلربا کا جلوہ دکھا اور اپنی ایک نگاہ سے میری عقدہ کشائی فرما۔
- دونوں جہانوں میں تو ہی مجھے محبوب ہے اور تجھ سے مَیں جو چاہتا ہوں وہ فقط تو ہی ہے۔

حروف اور اُن کی معنویت

(مکرم جناب شیخ عبد القادر صاحب فاضل)

حروف کا آغاز کیسے ہوا؟ ہماری ابجد کس نے بنائی؟ اس باب میں تحقیق کا "حرفِ آخر یہ ہے۔

"That we only know that we don't know."

ہمیں صرف اس بات کا علم ہے کہ ہم کچھ نہیں جانتے۔

(The ABC's of Languages page 21)

نظریات کے توڑ پھوڑ کے بعد ماہرین علم الحروف اب یہ کہتے ہیں کہ پرانا نظریہ کہ پہلے انسان نے تصویری رسم الخط ایجاد کیا اور پھر تصویر سمٹ کر حرف بن گئی کچھ ایسا درست نہیں ہے۔ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جیسے بچپن میں ہم نے قاعدہ میں پڑھا تھا۔ الف سے آم ب سے بلی پ سے پنکھا اور اسی طرح دانائے راز نے کسی عظیم دانشور نے علم و حکمت کو قلم بند کرنے کے لئے نوع بشر کو ایک قاعدہ دیا وہ کچھ یوں تھا۔ مثلاً

بے سے بیت (گھر)
جیم سے جمل (اونٹ)
ر سے راس (سر)
ی سے ید (ہاتھ) وغیرہ

گویا حرف کسی معروف نام کی تلخیص ہے۔ حرف پھیل کر نام بن جاتا ہے اور نام سمٹ کر حرف۔ ہماری ابجد کے حروف کیا ہیں؟ یہ دراصل سمٹے ہوئے نام ہیں۔ موجودہ تحقیق کے نتائج مختصراً یہ ہیں۔

- حروف اہلِ سامیہ کی ایجاد ہیں۔
- جن اسماء کا یہ اختصار ہیں وہ بعض سامی ہیں یعنی ارامی اور عبرانی وغیرہ
- حروف کا زمانہ ۱۵۰۰ سے ۱۷۰۰ قبل مسیح تک ہے۔ اس سے قبل خط میخی اور تصویری رسم الخط کا دور دورہ تھا
- چینی و جاپانی رسم الخط کو چھوڑ کر مشرق و مغرب کے سارے رسم الخط سامی حروف سے نکلے ہیں۔ حروف کا ماخذ ایک ہے۔ مثلاً ہندوستان کا دیوناگری رسم الخط براہمی سے نکلا۔ اور براہمی آرامی سے اور آرامی

قدیم سامی سے ۔ اسی طرح یورپ کے رومن رسم الخط یونانی سے اور یونانی ؍ فونیشی سے اور فونیشی قدیم سامی سے ۔ شروع میں یونانی اور براہمی دائیں سے بائیں لکھی جاتی تھی ۔ اور یہ بھی ثبوت ہے اس امر کا کہ براہمی و یونانی حروف کا ماخذ سامی ہے ۔ فی الجملہ سامی رسم الخط ام الحروف ہے ۔

• حروف کا مرکز عرب و شام میں ہے گو تنازعہ ہے اس کا ابھی فیصلہ نہیں ہوا

• ایک نظریہ یہ ہے کہ امم سامیہ میں حروف مذہب کے ساتھ پھیلے ۔ مذہب اور حروف کا چولی دامن کا ساتھ ہے ۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو Deringer کی کتاب Alphabet)

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں لکھا ہے

"More accurate perhaps, is the theory that the alphabet follows religion

(Vol I Page 620)

شائد درست ترین نظریہ یہ ہے کہ ہماری ابجد مذہب کی مرہون منت ہے ۔ سامی مذہب کے ساتھ حروف بھی پھیلتے چلے گئے ۔

اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ دنیائے قدیم میں امم سامیہ کے پاس کونسا ذریعہ ابلاغ تھا کہ پہلے سامی قوموں نے اور ان کی متابعت میں دوسری اقوام نے یکساں حروف اپنا لئے ۔ اس کا جواب علماء کے پاس نہیں ہے قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ

• انسان کو قلم کے ذریعہ تعلیم دی گئی ۔ یہ سب کچھ القاء الٰہی کے تحت ہوا ۔ زبان کے ساتھ حروف بھی خدا کی طرف سے ہیں ۔

• کعبۃ اللہ دین اور روحانیت کی بنیاد ہے ۔ اولین گھر جہاں سے قوموں نے توحید کا دودھ پیا ۔ وہ کعبۃ اللہ ہے ۔

کیوں نہ یہ سمجھا جائے کہ حروف کی بنیاد کعبۃ اللہ میں ڈالی گئی ۔ کسی سامی پیغمبر کو علم الحروف القاء ہوا ۔ اور حج کعبۃ اللہ کے اجتماعات کے ذریعہ امم سامیہ میں یہ علم پھیلا ۔ یہ امر واضح ہے کہ ۲۰۰۰ قبل مسیح عصر ابراہیمی ہے ۔ حروف دین ابراہیم کا عطیہ ہیں ۔ کعبۃ اللہ کے ذریعہ حروف سبع معلقہ کی طرح امم سامیہ میں پھیلے ۔ پھر باقی اقوام نے اپنا لئے ۔ اس لئے نظریہ پر کام کرنے کی ضرورت ہے ۔ آئندہ مضمون کا انتظار فرمائیں ۔

جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں

اہلِ مغرب کے رویّہ میں تبدیلی

ازجناب مکرم محمد شفیق صاحب قیصر

پروفیسر حتی عربی زبان اور تاریخ کے مشہور ماہر ہونے کے باعث مغربی دنیا میں مشرقِ قریب کے مسائل پر سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے عرب اور اسلام کے موضوعات پر کئی کتب تالیف کی ہیں اور مختلف انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار بھی ہیں۔ ان کی کتب یورپ اور ایشیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ ان کی ایک کتاب ISLAM AND THE WEST ۱۹۶۲ء میں امریکہ سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب ۱۹۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا موضوع عیسائی دنیا اور اسلام کے تمدنی تعلقات کی تاریخ ہے۔ موصوف نے براہ راست اصلی ماخذوں سے استفادہ کرکے یہ کتاب مرتب کی ہے۔ اس کتاب کے دو حصّے ہیں۔ پہلے حصہ کے ابتدائی تین ابواب میں بالترتیب اسلام کا مذہب، ریاست اور کلچر کی حیثیت سے تعارف ہے۔ چوتھا باب ہے "اسلام مغربی لٹریچر میں" پانچویں اور چھٹے باب میں بالترتیب مشرق کا مغرب پر اور مغرب کا مشرق پر نفوذ و اثر دکھایا گیا ہے۔ ساتویں باب میں اس تحریک کا مختصر تعارف ہے جو اسلام اور مغربی تہذیب کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے لئے مختلف اسلامی ممالک میں جاری ہے۔ کتاب کے دوسرے حصّہ میں قرآن اور دوسری قدیم کتب سے اسلام اور اسلامی تاریخ اور اسلامی شخصیات کے بارہ میں اقتباسات دیئے گئے ہیں۔ کتاب کے چوتھے باب میں وہ لکھتے ہیں:-

"قرونِ وسطیٰ کے مغربی لٹریچر میں پیغمبر اسلام (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تمام طور پر جعل ساز اور جھوٹے رسول کی حیثیت سے متعارف کرایا جاتا تھا۔ قرآن' ان کی ایک بناوٹی کتاب اور اسلام ایک نفس پرستانہ طریقِ حیات تھا، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی' اس زمانے میں مذہب اسلام اور عیسائیت دونوں کے مابین دشمنی کی سب سے بڑی وجہ تھی۔ دونوں طرف سے یہ دعوےٰ کیا جاتا تھا کہ ان کا مذہب ہی تمام صداقتوں کا واحد خزانہ ہے۔ بلکہ سیاسی اور فوجی تصادم نظریاتی تصادم سے بھی زیادہ سخت

ثابت ہوا

محمدؐ کے بعد ڈیڑھ سو سال تک ان کے پیروؤں نے پہلے دمشق اور اس کے بعد بغداد سے نکل کر بازنطینی سلطنت کو روندتے رہے۔ یہاں تک کہ بڑھتے ہوئے مسیحیت کے مشرقی دروازہ تک پہنچ گئے۔ ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ کے سقوط کے بعد چار صدیوں میں سلاجقہ مسلمان اور عثمانی ترک اپنی ہمسایہ مسیحی طاقتوں کے لئے عظیم خطرہ بن چکے تھے۔ ۷۱۱ء سے شروع ہو کر تقریباً آٹھ سو برس تک مسلمانوں نے سپین میں حکومت کی اور فرانس تک جا پہنچے تھے۔ سسلی دو سو سال تک ان کے قبضہ میں رہا اور اٹلی کے خلاف ایک فوجی اڈے کا کام کرتا رہا۔ بارھویں اور تیرھویں صدی کے دوران مغربی اقوام مسلمانوں کی زمین پر صلیبی جنگ لڑتی رہیں۔ ان صلیبی جنگوں کی یاد آئندہ نسلوں میں باقی رہی ....
اس کے علاوہ زبان کی روک بھی تھی۔

عیسائیت اور اسلام کے درمیان سیاسی اور فوجی تصادم کے بعد ۶۰۰ سال تک اہل یورپ قرآن کی زبان کے باقاعدہ مطالعہ سے محروم رہے۔ اس پوری مدت میں لاطینی زبان کا کوئی عالم یورپ میں ایسا نہیں ملتا جو عربی زبان پر بھی عبور رکھتا ہو۔ قرآن کی زبان سے اس بے خبری نے قرآن کے متعلق غلط تعارف کو پھیلنے کا موقعہ دیا۔

قرونِ وسطیٰ اور اس کے بعد کی مسیحیت نے جس تحریری یا زبانی ذرائع سے اسلام کے بارہ میں اپنا تصور قائم کیا وہ وہی تھا جو صلیبی جنگوں کے دوران وجود میں آئے تھے۔ یا ان ممالک کی معرفت حاصل ہوئے تھے جن سے مسلمان برسرِ پیکار رہ چکے تھے۔ مسیحی علماء اور پادریوں نے اسی بنیاد پر اسلام کی تصویر بنائی اور اسلام کی اس یورپی تصویر اور اس کی حقیقی تصویر میں کوئی مشابہت محض اتفاقی ہے۔

غرض ان امور کے نتیجہ میں عیسائی دنیا میں محمدؐ کے خلاف کچھ ایسی فضا قائم ہو گئی تھی کہ کوئی افسانہ خواہ وہ کتنا ہی عجیب کیوں نہ ہو۔ اور اس کی کوئی اصل نہ ہو۔ فوراً قبول کر لیا جاتا تھا۔ بیان کیا جاتا تھا۔ کہ قرطبہ کا ایک بشپ ایولوگیس EULOGUIS جو اپنے وقت کا بہت بڑا عالم تھا وہ ایک لاطینی تحریر کے حوالہ سے جو ایک عیسائی راہب نے تیار کی تھی لکھتا ہے کہ محمدؐ کی وفات کے بعد ان کے اصحاب فرشتوں کا انتظار کر رہے تھے جو اتریں اور ان کے جسم کو اوپر لے جائیں۔ مگر اس کی بجائے (نعوذ باللہ) کتے آئے اور ان کے جسم کو کھا گئے۔ اسی لئے مسلمان ہر سال بڑے پیمانہ پر کتوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ ایولوگیس سپین کے دارالحکومت میں رہتا تھا اور معمولی کوشش سے جان سکتا تھا کہ اس پورے افسانہ میں اتنی سی حقیقت ہے کہ مسلمان کتے کو ایک ناپاک جانور سمجھتے ہیں۔

لاطینی سے یہ کتے والا قصہ فرانس میں بھی پہنچا۔ چنانچہ ایک قدیم فرانسیسی نظم میں کتے اور سور کو دکھایا گیا ہے۔ سور کی یہ روایت عوام میں بہت مقبول ہوئی اور قرآن میں سور کی حرمت کی بہت آسان توجیہہ بن گئی۔ اسی طرح یہ بھی کہا گیا کہ محمد کا تابوت زمین و آسمان کے درمیان فضا میں معلّق ہے۔ اور لوگوں نے اس پر یقین کر لیا۔

عیسائیت اور اسلام میں زبان کی روک پہلی مرتبہ اس وقت ٹوٹی جب فرانس میں لاطینی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا گیا۔ بیرونی زبان میں قرآن کا یہ پہلا ترجمہ ۱۱۴۳ء میں کیا گیا۔ اس ترجمہ قرآن کے ساتھ ایک ضمیمہ اس عنوان کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ "مسلمانوں کے عقائد کی تردید" اس کے بعد ۱۶۴۹ء میں اس ترجمہ کی مدد سے فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا گیا اور اس کے بعد اسے "THE ALQORRAN OF MOHAMMAD" یعنی محمد کا قرآن کے نام سے انگریزی میں منتقل کیا گیا کہ اس کے ذریعہ ان تمام لوگوں کو مطمئن کرنا تھا جو ترکوں کا مذہب جاننے کے خواہشمند تھے۔

قرآن کریم کا پہلا انگریزی ترجمہ براہ راست عربی زبان سے ۱۷۳۴ء میں کیا گیا۔ یہ ترجمہ جارج سیل نے کیا تھا اس نے عیسائی علماء کی مدد سے عربی سیکھی تھی اور یہ ترجمہ قرآن تقریباً ڈیڑھ صدی تک مغربی دنیا میں چھایا رہا۔ سترھویں صدی عیسوی میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں عربی زبان کی کلاس کا اجراء ہوا اور ایڈورڈ پوکاک EDWARD POCOCK ۱۶۳۶ء میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ یہ صاحب چھ سال تک شام میں پادری کی حیثیت سے کام کر چکے تھے۔ اور عربی میں دستگاہ اور اسلام کے متعلق براہ راست معلومات حاصل کر چکے تھے۔ ان کلاسز کے اجراء سے یورپ میں عربی دان پیدا ہونے کا دروازہ کھل گیا۔ اور پوکاک خود اپنی صدی کا سب سے بڑا یورپی عربی دان تھا۔ اس نے کئی کتب لکھیں اس نے لکھا کہ معلّق تابوت والا افسانہ مسلمانوں کے لئے ایک مضحکہ خیز بات ہے جس کو وہ صرف عیسائیوں کی ایجاد سمجھتے ہیں۔

مشہور برطانوی مصنّف فرانسس بیکن اپنے مقالہ BOLDNESS (ہمت و استقلال) میں نقل کرتا ہے۔

"محمد نے لوگوں کو یقین دلایا کہ وہ ایک پہاڑی کو بلائیں گے اور وہ ان کے پاس چلی آئے گی۔ محمد نے پہاڑی کو اپنے پاس بلایا وہ بار بار پکارتے رہے۔ اور جب پہاڑی اپنی جگہ کھڑی رہی تو وہ ذرا بھی نہ شرمائے بلکہ انہوں نے کہا "اگر پہاڑی محمد کے پاس نہیں آسکتی تو محمد تو پہاڑی کے پاس جا سکتے ہیں"

یہ تھے اسلام اور بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق وہ خیالات جو بہت اختصار کے ساتھ ایک مغربی عالم کی زبان سے پیش کئے گئے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت تک ان کے ان خیالات میں کوئی

خاص تبدیلی نظر نہیں آتی۔

ایک طرف تو یہ حال اور دوسری طرف مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ ان کی سیاسی حالت انتہائی تنزل پہ جا پہنچی تھی اور مسلم حکومتیں یکے بعد دیگرے دم توڑ رہی تھیں اور تمام عالم اسلام پر ایک مایوسی کی حالت طاری تھی۔ اور بدقسمتی سے مسلمان یہ سمجھنے لگے تھے کہ مذہب کے قیام کے لئے مادی طاقت اوّلین چیز ہے اور چونکہ آج مادی طاقت مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل چکی ہے۔ اس لئے اب کوئی صورت نہیں کہ اسلام دوبارہ دنیا پر غالب آسکے۔ اس وقت کے مسلمان لیڈروں کی تحریرات کو پڑھنے سے آپ کو ہر جگہ مایوسی ہی نظر آئے گی۔ مایوسی کی اس فضا میں آہستہ آہستہ مسلمانوں کا ہی ایک طبقہ یہ کہنے لگا کہ اب آسمان سے بھی ان کی مدد کے لئے کوئی نازل نہیں ہوگا۔ اور اس طرح مذہب سے بھی بدظنی شروع ہو گئی اور یہ مایوسی جو اس دور میں عالم اسلام پر چھائی ہوئی نظر آتی تھی اس کی نظیر نہ بنو امیہ کی تباہی میں نظر آتی ہے نہ عباسی دور کی بربادی میں اور نہ ہی سپین میں اسلامی شوکت کے زوال کے وقت۔ ناامیدی اور مایوسی کی اس لہر کی وجہ سے دل بجھ چکے تھے اور قوت عمل شل ہو چکی تھی۔ مسلمانوں کے اس سیاسی اور مذہبی تنزل کے انتہائی مرحلہ پر جبکہ عیسائیت کا بڑھتا ہوا سیلاب اسلام کے لئے ایک عظیم خطرہ بن چکا تھا تو خطرات کے اسی مہیب ماحول میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک روحانی فرزند نے جو آپ کے ساتھ عشق و محبت کے انتہائی اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز تھے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر یہ اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے اسلام کو غالب کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے۔ اور اب دنیا کی تمام اقوام ایک ایک کر کے اسلام میں داخل ہونگی۔ حتیٰ کہ مغرب کی عیسائی اقوام کے لئے بھی اسلام کی صداقت کو تسلیم کرنے اور اس پر دل و جان سے ایمان لانے کے سوا چارہ نہ رہے گا۔ آپ فرماتے ہیں:-

"خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالےٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا ہوں۔"

(الوصیت طبع اول ص۶)

جماعت احمدیہ کا قیام ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو عمل میں آیا مگر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مغربی دنیا میں تبلیغ اسلام کی بنیاد ۱۸۸۵ء میں ہی رکھ دی تھی جبکہ حضور نے خدائی منشاء کے تحت نشان نمائی کی عالمگیر دعوت کے لئے ہزاروں کی تعداد میں انگریزی کا انعامی اشتہار یورپ اور امریکہ کی تمام نامور شخصیات کو رجسٹری کر کے بھجوایا اس اشتہار کا متن حضور کی کتاب سرمہ چشم آریہ میں شائع شدہ ہے۔

اس اشتہار کے اثرات یورپ اور امریکہ میں محسوس ہونے لگے چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے

ایک اشتہار میں جو ۱۸۹۲ء میں جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کے لئے لکھا۔ اس میں اس جلسہ کی ایک غرض یہ بھی بیان فرمائی:۔

"جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں ..... انہیں دنوں ایک انگریز کی میں کے نام چٹھی آئی جس میں لکھا تھا کہ آپ تمام جانداروں پر رحم رکھتے ہیں اور ہم بھی انسان ہیں اور مستحق رحم۔ کیونکہ دین اسلام قبول کر چکے ـــ اور اسلام کی سچی اور صحیح تعلیم سے اب تک بے خبر ہیں"۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۳۴۰ و ۳۴۱)

اس کے دو سال بعد ۱۸۹۴ء میں لارڈ بشپ آف گلوسٹر ریورنڈ چارلس جان آف کورٹ نے انگلستان میں پادریوں کی ایک کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہیں۔ مجھے ان لوگوں نے جو صاحب تجربہ ہیں بتایا ہے کہ ہندوستان کی برطانوی حکومت میں ایک نئی طرز کا اسلام ہمارے سامنے آرہا ہے اور اس جزیرے (انگلستان) میں بھی کہیں کہیں اس کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں۔ ..... یہ ان بدعات کا سخت مخالف ہے جن کی بناء پر محمد کا مذہب ہماری نگاہ میں قابل نفرین قرار پاتا ہے اس نئے اسلام کی وجہ سے محمدؐ کو پھر وہی عظمت حاصل ہوتی جا رہی ہے۔ نئے تغیرات بآسانی شناخت کئے جا سکتے ہیں۔ پھر یہ نیا اسلام اپنی نوعیت میں مدافعانہ ہی نہیں بلکہ جارحانہ حیثیت کا بھی حامل ہے۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہم میں سے بعض کے ذہن اس طرف مائل ہو رہے ہیں"۔

۱۹۰۲ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی منشاء کے ماتحت رسالہ ریویو آف ریلیجنز انگریزی اور اردو میں جاری ہوا۔ شروع شروع میں تمام مضامین حضور علیہ السلام کے ہی لکھے ہوتے تھے۔ انگریزی میں ان کا ترجمہ دیا جاتا تھا۔ اس رسالہ نے بھی اسلام کے خلاف پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا نہ صرف مغربی ممالک میں بلکہ اندرون ملک بھی احسن رنگ میں ازالہ کیا اور اس کی بدولت بھی کئی سعید روحیں احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہوئیں۔ یورپ اور امریکہ کے نومسلموں کے لئے یہ رسالہ ایک نعمت عظمٰے تھا اس کی اشاعت سے ان کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اور انہوں نے پہلے سے زیادہ منظم رنگ میں اشاعت اسلام کا کام شروع کر دیا۔ پھر مغرب کے غیر مسلم مفکرین تک اس رسالہ کے ذریعہ حقیقی اسلام کا پیغام پہنچا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کی بدولت عیسائیت کے علمبرداروں میں ایک غیر معمولی جنبش پیدا ہو گئی چنانچہ انگلستان کے اخبار "چرچ فیملی" نے لکھا کہ

"مرزا غلام احمد صاحب کے پیدا کردہ لٹریچر کا جواب نہ دیا جائے۔ وہ عیسائیت کے خلاف ایسا حربہ لٹریچر کی شکل میں پیدا کر دیں گے کہ بائبل کا صفایا ہو جائے گا" (حیات احمد جلد پنجم)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے مبارک زمانہ میں یورپ کی سرزمین میں پہلا اسلامی مشن قائم ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے یہ منشاء ظاہر فرمایا کہ ہماری جماعت کے انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ میں سے کچھ لوگ تبلیغ اسلام کے لئے انگلستان جائیں۔ اس تحریک پر حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال رضی اللہ عنہ اور حضرت مولوی محمد دین صاحب مدظلہ العالی نے اپنے نام پیش کر دیئے۔ مگر اس وقت اخراجات سفر کے لئے روپے کی بہت کمی تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت چوہدری فتح محمد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے اس مشکل کا ذکر کیا جس پر حضور نے انہیں ۳۰۰ روپے انصار اللہ کے فنڈ سے دینے کا وعدہ فرمایا۔ چوہدری صاحب موصوف حضرت خلیفہ اولؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب تفصیل عرض کی اس وقت ۱۰۵ روپے حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس سے پیش کر دیئے اور اسی قدر رقم یعنی ۱۰۵ روپے حضرت خلیفہ اولؓ کی فہمائش پر صدر انجمن نے دی۔ چنانچہ آپ ۲۵ جولائی ۱۹۱۳ء کو لنڈن تشریف لے گئے۔ پہلے خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ ہی تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ پھر حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات کے بعد جب وہ نظام خلافت سے منحرف ہو گئے۔ تو آپ نے ووکنگ کو چھوڑ کر انگلستان میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دیا۔

۱۹۲۴ء میں اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ ویمبلے مذاہب عالم کانفرنس میں اسلام پر مضمون پڑھنے کے لئے کمیٹی کے نائب ڈاکٹر سر تھامس آرنلڈ اور پروفیسر مارگولیتھ اور انگلستان کے سربرآوردہ مستشرقین کی طرف سے حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو دعوت نامہ پہنچا۔ چنانچہ حضور وہاں تشریف لے گئے اور ۲۳ ستمبر ۱۹۲۴ء کو کانفرنس میں آپ کا وہ معرکۃ الآراء مضمون پڑھا گیا۔ جس نے یورپ میں اسلام کی روحانی فتح کی بنیادیں رکھ دیں۔ اور اسی سال آپ نے اپنے دست مبارک سے یورپ کے اس ظلمت کدہ میں مسجد فضل لنڈن کی بنیاد رکھی۔

برطانیہ کے علاوہ یورپ کے ممالک میں سوئٹزرلینڈ۔ ہالینڈ۔ جرمنی۔ سپین۔ سکنڈے نیویا۔ ناروے اور سویڈن میں فعال تبلیغی مشن قائم ہیں۔ اس ضمن میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ یورپ کے انتہائی شمال میں اسلام کا پیغام سب سے پہلے احمدیت کے ذریعہ ہی پہنچا۔ تاریخی لحاظ سے یہ ثابت ہے کہ اس سے پہلے ان علاقوں میں اسلام کی اشاعت کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اگرچہ سپین صدیوں تک اسلامی تہذیب کا گہوارہ رہا۔ اور اس تہذیب کی برکات سے یورپ کے جنوبی ممالک مستفید ہوتے رہے۔ مگر اس وقت اسلامی افکار جرمنی اور فرانس کی سرحدوں سے باہر نہ جا سکے تھے۔ ترکوں کے عروج کے زمانہ میں بھی اسلام کی پیش قدمی یورپ کے مغربی ممالک تک محدود رہی اور اسلامی اثرات جرمنی سے آگے نہ بڑھ سکے۔ مگر اب خدا تعالیٰ کے فضل سے ناروے۔ سویڈن اور ڈنمارک میں

بھی جماعت احمدیہ کے ذریعہ فعال تبلیغی مشن قائم ہیں۔ اور ان تمام ممالک میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے فعال تبلیغی جماعتیں پیدا ہو چکی ہیں۔

اسلام پر سب سے زیادہ اعتراضات اہل یورپ کی طرف سے کئے گئے تھے اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کا شدید قلق تھا۔ آپ کی توجہ یورپ کی طرف بہت تھی۔ اور آپ یہ چاہتے تھے کہ اہل یورپ پر اسلام کی خوبیاں واضح کی جائیں تا انہیں سچے خدا کی معرفت حاصل ہو۔ اس غرض کے لئے حضور نے اپنی کتاب ازالہ اوہام کے آخر میں "اسلام کو یورپ و امریکہ میں پھیلانے کی احسن تجویز" کے زیر عنوان ایک نوٹ تحریر فرمایا جس میں آپ نے یورپ میں اسلامی لٹریچر کی اشاعت اور تقسیم کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ اسی تعلق میں آپ نے خدا تعالیٰ سے دعا بھی مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یورپین لوگوں میں سے کسی ایسے دردمند شخص کو قبول اسلام کی توفیق دے کہ جو اسلام کو پورے طور پر سمجھنے اور اس پر عامل ہونے کے بعد خدمت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کرے۔ اور پھر اپنے ہم وطنوں کو اسلام کی طرف دعوت دے چنانچہ ایک موقعہ پر آپ نے اپنی اس دلی تمنا اور دردمند دعا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ہم ہمیشہ یہ دعا کرتے ہیں اور ہماری ہمیشہ سے یہ آرزو ہے کہ یورپین لوگوں میں سے کوئی ایسا نکلے جو اس سلسلہ کے لئے زندگی کا حصہ وقف کرے۔ لیکن ایسے شخص کے لئے ضروری ہے کہ کچھ عرصہ صحبت میں رہ کر رفتہ رفتہ وہ تمام ضروری اصول سیکھ لیوے جن سے اہل اسلام پر سے ہر ایک داغ دور ہو سکتا ہے۔ اور وہ تمام قوت اور شوکت سے بھرے ہوئے دلائل سمجھ لیوے جن سے یہ مرحلہ طے ہو سکتا ہے۔ تب وہ دوسرے ممالک میں جا کر اس خدمت کو ادا کر سکتا ہے۔ اس خدمت کے برداشت کرنے کے لئے ایک پاک اور قوی روح کی ضرورت ہے جس میں یہ ہوگی وہ اعلیٰ درجہ کا مفید انسان ہوگا اور خدا کے نزدیک آسمان پر ایک عظیم الشان انسان قرار دیا جائے گا۔" (البدر جلد ۲ مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۰۳ء)

جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی آپ کے اشتہارات اور کتب کے ذریعہ اسلام کا پیغام مغربی ممالک میں پہنچنا شروع ہو گیا تھا اور بعض یورپین باشندوں نے اسلام بھی قبول کر لیا تھا۔ اور اللہ نے حضور کی زندگی میں ہی آپ کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کی دعاؤں کو اب تک شرف قبولیت سے نواز رہا ہے۔ اور اب تک سینکڑوں سعید روحیں اسلام کی آغوش میں پہنچ چکی ہیں۔ ان میں سے بہتوں نے خدمت اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں۔ اور انہوں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے صداقت اسلام کے دلائل پر عبور حاصل کیا ہے۔ ان کی زندگیاں اسلامی تعلیم کا چلتا پھرتا نمونہ ہیں۔ ایسے چند وجودوں کا جن کے کارنامے

سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور تاقیامت یاد رکھے جانے کے قابل ہیں انتہائی اختصار کے ساتھ تعارف پیش خدمت ہے۔

• اطالوی احمدی الحاج ڈاکٹر عبدالہادی مرحوم خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ قرآن مجید کا اسپرنٹو زبان میں ترجمہ آپ کی شبانہ روز کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اس ترجمہ کے علاوہ مرحوم کے رشحاتِ قلم قابلِ قدر کتب اور مضامین کی صورت میں موجود ہیں۔ احمدیت میں داخل ہونے کے بعد آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ اور انہوں نے اپنے سفرنامہ حج کو جرمن زبان میں بھی محفوظ کر دیا ہے۔

• ڈنمارک کے جواں ہمت دوست عبدالسلام میڈیسن بھی اسی قابلِ فخر گروہ میں سے ہیں۔ جن کی مخلصانہ عرق ریزی کے نتیجہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی متعدد کتب کا ڈینش زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ قرآن مجید کا ڈینش ترجمہ بھی آپ ہی کی مساعی جمیلہ کا خوبصورت پھل ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانح اور عقائد احمدیت پر بھی آپ نے قابلِ قدر کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ حکومت ڈنمارک کی درخواست پر آپ نے سکولوں کے طلباء کے لئے اسلامی تہذیب و ثقافت اور تاریخ پر بھی کتاب مرتب فرمائی ہے۔

• سیف الاسلام محمود ایرکسن سکنڈے نیویا کے ممالک میں سب سے پہلے احمدی ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ علاج کی غرض سے یورپ تشریف لے گئے تو لنڈن میں حضور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ ۱۹۵۶ء میں ۱۸ سال کی عمر میں سب سے پہلے بیعت کر کے اولین میں شامل ہوئے۔ رسالہ "ایکٹو اسلام" کے ایڈیٹر ہیں۔ سویڈش زبان میں ترجمہ قرآن کریم کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ ۱۹۵۷ء میں ملکی قانون کے تحت جبری فوجی تعلیم کا کورس کر رہے تھے۔ اس دوران انہیں حلال گوشت ملنے کی کوئی صورت نہ تھی تو انہوں نے صرف سبزیوں پہ گزارا کیا۔ اور گوشت کو ہاتھ نہ لگایا۔ دوسری دقت ان کو نماز کی ادائیگی کے لئے فرصت کا حاصل کرنا تھا۔ کیونکہ سویڈن کی فوج میں کبھی پہلے ایسی ضرورت پیش نہ آئی تھی۔ اور نہ کوئی قانون موجود تھا جس کی رو سے ان کو ایسی اجازت دی جاسکتی۔ چنانچہ اس مشکل کے حل کے لئے انہیں خاص بادشاہ سے عید اور نمازوں کے لئے رخصت کی منظوری لینا پڑی۔ سویڈن کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ کسی مسلمان نے ایسا مطالبہ کیا ہو اور پھر وہ مطالبہ منظور بھی ہو گیا ہو۔

• سوئٹزرلینڈ کے ایک نومسلم عبدالرشید فوگل نے پاکستان کے ایک صدر محمد ایوب خان کو "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" کی ضبطی کے خلاف ایک خط لکھا جس میں انہوں نے جماعت کے شائع کردہ جرمن ترجمہ قرآن اور دیباچہ تفسیر القرآن کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ

"حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے پیش کردہ علم کلام کی روشنی میں مروجہ عیسائیت کا بطلان پوری جامعیت کے ساتھ مجھ پر واضح ہو گیا۔ قرآن مجید کے اس ترجمہ اور جماعت احمدیہ کی طرف سے شائع ہونے والی

بعض اور کتب نے میرے دل کو خدا تعالےٰ کی وحدانیت اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان سے بھر دیا ..... جب میں اس لٹریچر پر نظر ڈالتا ہوں تو اس خیال پر حیران ہوئے بغیر نہیں رہتا کہ اگر دنیا سے یہ لٹریچر نکال لیا جائے تو پھر اس کے بغیر اسلام کو عیسائیت کا مقابلہ کرنا پڑے تو اس کا انجام کیا ہوگا؟"

یہ حقیقت ہے کہ یورپ کے اکثر نومسلم جماعت کے پیدا کردہ عظیم الشان لٹریچر کے مرہون اور زیر بار احسان ہیں۔

• ناروے کے ابتدائی احمدیوں میں مسٹر بولستاد ہیں جن کا اسلامی نام نور احمد ہے۔ انہوں نے ۲۱ سال سے کم عمر میں اسلام قبول کیا۔ اور ملکی قانون کے تحت ۲۱ سال سے کم عمر بچے والدین کی اجازت کے بغیر مذہب تبدیل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ان کے والدین نے اپنے اس حق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو سختی سے روکا۔ انہیں تنگ کرنے کے لئے کھانے پر وہی اشیاء رکھی جاتیں جو اسلامی شریعت کی رو سے حرام ہیں۔ ان کے لئے یہ دن انتہائی ابتلاء و آزمائش کے دن تھے مگر آہستہ آہستہ ان کی والدہ ان کی نیکی سے متاثر ہوئیں۔ اور انہوں نے اپنے بیٹے کو اسلام قبول کرنے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد انہوں نے متعدد یونیورسٹیوں اور تعلیمی اداروں میں اسلام پر تقاریر کا سلسلہ شروع کیا اور اخبارات میں مضامین لکھے۔ جن کی وجہ سے اسلام کے متعلق اس ملک کے لوگوں کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا۔

یہاں یہ ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت میں یورپ میں مسلمانوں پر بڑے بڑے مظالم بھی ہوئے مگر انہوں نے ان کو اسلام کی راہ میں بڑے صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کارل اول رابرٹ نے جس کا زمانہ ۱۳۱۰ء، ۱۳۴۲ء ہے اپنے مقبوضہ علاقہ میں یہ قانون نافذ کر دیا تھا کہ کوئی شخص روزہ نہیں رکھ سکتا۔ ذبیحہ صرف مسیحی طرز پر ہوگا، کوئی شخص نماز سے پہلے وضو نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں کی وراثت میں حکومت بھی حصہ دار ہوگی۔ اس دور حکومت میں مسلمانوں پر ناروا مظالم کی ایک طویل داستان ہے اور اس پورے دور میں مسلمان سخت مشکلات میں مبتلا رہے۔

جماعت احمدیہ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے نہ صرف یہ کہ یورپ کے اہم مراکز میں عظیم الشان مساجد تعمیر کیں بلکہ یورپ کی اہم زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کر کے اہل یورپ کو ان کی اپنی زبانوں میں براہ راست خدا تعالےٰ کا کلام سمجھنے کا موقعہ بہم پہنچایا جس کا اثر بہت نمایاں ہے۔ سکنڈے نیویا کا واقعہ ہے کہ آج سے چند سال قبل ہمارے ایک مبلغ نے مختلف مذاہب کی ایک مجلس مذاکرہ میں سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس کا ترجمہ ڈینش زبان میں سنایا تو مذاکرہ کا صدر جو ڈنمارک کا پادری تھا۔ اور اس مجلس مذاکرہ میں اکثریت بھی عیسائی پادریوں کی تھی اس نے اٹھ کر کہا کہ آج اس سورۃ کا ترجمہ سن کر میں اتنا متاثر ہوا ہوں کہ نہ صرف یہ کہ میں اپنے لئے بلکہ سارے چرچوں کے لئے سورۂ فاتحہ کو معیاری دعا کے طور پر استعمال کرنے کی سفارش کرتا ہوں کیونکہ چرچ کی دعائیں اس جامعیت اور اثر

سے محروم ہیں ایسی صورت میں نظر آتا ہے۔

یورپ کے ان اسلامی مشنوں کے ذریعہ جہاں اہل یورپ میں مستعد اور مخلص روحیں اسلام کی آغوش میں آئیں۔ وہاں سب سے بڑا فائدہ ان مشنوں کے ذریعہ یہ پہنچا کہ اسلام، قرآن کریم اور خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم پر جو بھی اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ اس کا فی الفور موقعہ پر ہی جواب دے دیا جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں اہل یورپ کے رویہ میں ایک خاص تبدیلی کے آثار نمایاں ہو کر سامنے آرہے ہیں۔ چنانچہ یورپین علماء کا وہ طبقہ جو مستشرقین کہلاتا ہے۔ ان میں اسلام کے متعلق پہلے سے بہت دلچسپی بڑھ گئی ہے۔ اور جہاں ان کی دلچسپی ایک وقت میں انتہائی معاندانہ تھی اب خدا کے فضل سے ان میں ہمدردی کا عنصر نمایاں ہے۔ اور اب عیسائی مشنری تک یہ سمجھنے لگ گئے ہیں کہ ہمارا پہلا طریق کار بالکل غلط تھا اور ہم اسلام پر حملہ آور ہو کر یہ سمجھ رہے تھے کہ اس طرح ہم اسلام کو نیچا دکھالیں گے اور عیسائیت کو غالب کرلیں گے۔ اس لئے اب وہ ہمدردی کے ساتھ اسلام کی طرف توجہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ یورپین مفکرین کا یہ تاثر ہے کہ احمدی مبلغین کی کوششوں کے نتیجہ میں اسلام کا مستقبل مغربی ممالک میں نہایت روشن اور تابناک ہے۔ مشہور برطانوی مدبر جارج برنارڈ شاہ لکھتا ہے:۔

"مجھے یقین ہے کہ اس صدی کے اختتام پر ساری برطانوی سلطنت ایک اصلاح شدہ اسلام قبول کرے گی۔ میں نے محمدؐ کے دین کو ہمیشہ وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ میرے نزدیک یہی مذہب بدلتے ہوئے زمانہ کے مقابل ایسی اہمیت رکھتا ہے جس کی وجہ سے ہر زمانہ کے لوگوں کو اپیل کرتا ہے میری پیشگوئی کو ان حقائق کے ماتحت سمجھنا چاہیئے۔ موجودہ وقت میں بھی میری قوم اور یورپ کے کئی لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں اور کہا جاسکتا ہے کہ یورپ کے اسلامی بننے کا آغاز ہو چکا ہے"

(On getting Married)

اسی طرح مشہور مؤرخ پروفیسر ٹائن بی لکھتا ہے:۔

"مذہب سے ٹکراؤ کے نتیجہ میں اب اسلام میں پھر جوش پیدا ہو رہا ہے اور اس میں ایسی روحانی تحریکات جنم لے رہی ہیں جو ممکن ہے آئندہ جاکر عالمگیر تہذیب کی بنیاد بن جائیں۔ مثلاً احمدیہ تحریک ہے۔"

(Civilization on Trail)

عیسائی پادریوں کا ذکر کرتے ہوئے یہی مورخ لکھتا ہے۔

"قرون وسطیٰ کے پادریوں نے یا تو جہالت کی وجہ سے یا تعصب اور تنگ نظری کی بناء پر محمدؐ کے دین کی نہایت تاریک تصویر کھینچی تھی فی الحقیقت انہیں محمدؐ کے مذہب سے نفرت کی ٹریننگ دی گئی تھی۔ ان کے نزدیک آپ یسوع کے دشمن تھے۔ لیکن میں نے اس عظیم الشان شخصیت کا مطالعہ

کیا ہے میری رائے میں محمدؐ نہ صرف دشمنِ مسیح نہ تھے۔ بلکہ انسانیت کے نجات دہندہ تھے۔ میرا ایمان ہے کہ اگر موجودہ زمانہ میں محمدؐ جیسا انسان دنیا کا حاکم بن جائے تو وہ اس زمانہ کی مشکلات کا ایسا حل تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے گا جس کے نتیجہ میں حقیقی مسرت اور امن حاصل ہو جائے۔ اب یورپ محمدؐ کے اصولوں کو سمجھنے لگا ہے۔ اور آئندہ صدی میں اس بات کو اور بھی زیادہ تسلیم کرے گا کہ اسلام کے اصول اس کی الجھنوں کو حل کر سکتے ہیں"۔

جرمن مستشرق نولڈیکے جنہوں نے ۱۹۳۰ء میں وفات پائی ہے ۱۸۶۰ء میں انہوں نے اپنی کتاب تاریخ القرآن شائع کی اور یورپ میں قرآن کریم کے متعلق تحقیق و تدقیق کا علمی انداز میں آغاز کیا۔ انہوں نے قرآن مجید کا جرمن ترجمہ بھی کیا ہے اور قرآن کے جمع و تدوین اور اس کے اسٹائل۔ مکی مدنی سورتوں کی تقسیم اور ان کے مضامین کی تفصیل کے علاوہ سورتوں کی ترتیب نزول پر بھی بحث کی ہے۔ انہوں نے قرآن کریم کا یہ ترجمہ اس نیت سے کیا تھا کہ لوگ اس کتاب کو قابلِ التفات نہ سمجھیں لیکن ایک وقت وہ بھی آیا جب وہ یہ کہنے لگے کہ

"تمام انبیاء میں سے صرف رسول عربی سب سے زیادہ کامیاب ہوئے"۔

نولڈیکے چاہتا تو اس بحث کو آگے بھی بڑھا سکتا تھا کہ آخر کار رسول کریمؐ کی بے مثال کامیابی کے اسباب کیا تھے اگر وہ ان اسباب کی تحقیق کرتے تو اس اثناء میں نہ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظیم و بے مثال شخصیت کے بہت سے پہلو نمایاں ہو کر سامنے آتے بلکہ اسلام کی قوت اور کشش اور اس کی امتیازی خصوصیات کے بارے میں بھی بہت سے دلچسپ حقائق کا انکشاف ہوتا لیکن ان امور سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مستشرقین کے رویے میں تبدیلی پیدا ہوئی اور اسلام کے متعلق ان کا رویہ پہلے سے زیادہ ہمدردانہ اور محققانہ ہے۔

اس جگہ اطالوی مستشرقہ ڈاکٹر وگلیری کی کتاب AN $NTERPRETATION OF ISLAM. کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۲۵ء میں اطالوی زبان میں شائع ہوئی اور ۱۹۵۷ء میں اس کا انگریزی ترجمہ شائع ہوا۔ مصنفہ کا اسلام کے متعلق مطالعہ بہت وسیع گہرا اور ہمدردانہ ہے۔ انہوں نے اپنی اس مختصر سی کتاب میں نہایت کامیابی کے ساتھ اسلام کے اہم پہلوؤں پر مبصرانہ نظر ڈالی ہے۔ اور اسلام کو ایسے عمل انداز میں پیش کیا ہے کہ اہل مغرب ان کے زیر بار احسان ہیں۔ موصوفہ نے اس کتاب میں اسلامی تعلیمات۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو دلی عقیدت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے بڑی جرأت اور دلیری سے امتِ مسلمہ کے تنزل اور انتشار کے اسباب میں سے ایک سبب پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اور اس کے علاج کی طرف بھی راہ نمائی کی ہے لکھتی ہیں۔

"قرآن مجید وہ کتاب ہے جس کے اندر نہ کوئی دشمن تبدیلی پیدا کر سکا نہ کوئی دوست جو گردشِ ایام کے اثرات سے محفوظ رہی۔ جو ایک اُمّی اور آخری شارع نبی پر اتری اور حرف بحرف محفوظ رہی مسلمانوں کو

اسی خالص چشمہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اور جب وہ بلا واسطہ اس مقدس چشمہ سے پئیں گے تو ان کے اندر ایک نئی روح اور ایک نئی قوت پیدا ہوگی۔"

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۹ء میں دنیا کے سامنے یہ تحقیق پیش کی کہ حضرت مسیح ناصری صلیب سے زندہ اتارے جانے کے بعد ہجرت کر کے کشمیر کے علاقہ میں چلے گئے۔ اور وہیں اپنی عمر کا بقیہ حصہ گزار کر طبعی موت سے وفات پا گئے۔ آپ نے اس غرض کے لئے ایک تصنیف "مسیح ہندوستان میں" کے نام سے شائع کی۔ جس میں تاریخی شواہد سے بھی اس تحقیق کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا گیا تھا۔ حضور کی یہ کتاب انگریزی عربی اور فرنچ میں ہزاروں کی تعداد میں دنیا میں پھیلائی گئی۔ اور حضور علیہ السلام کی اس تحقیق کے نتیجہ میں صدیوں تک الوہیت مسیح کا ڈھنڈورہ پیٹنے والے خود عیسائیت کے علمبردار ہی۔ اب الوہیت مسیح کا اقرار کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ ہالینڈ کی ایک فرم نے مولانا جلال الدین صاحب شمس مرحوم کی کتاب WHERE DID JESUS DIE جو حضور کی بیان فرمودہ تحقیق کی روشنی میں لکھی گئی ہے کا ترجمہ شائع کیا ہے۔

پھر اسی فرم نے ۱۹۶۶ء میں ایک اہم کتاب "مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے" کے عنوان سے شائع کی۔ جس میں وفات مسیح کے دیگر ثبوتوں کے ساتھ یہ ثبوت بھی پیش کیا گیا کہ واقعہ صلیب کے بعد مسیح ناصری کو جس چادر میں لپیٹا گیا تھا۔ اور جو اب تک محفوظ چلی آرہی ہے اس کی تصاویر لینے سے پتہ چلا ہے کہ مسیح اس وقت زندہ تھے۔ اور ان کا دل ٹھیک کام کر رہا تھا۔ یہ کتاب جرمن زبان میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ جرمنی میں حال ہی میں ایک اور کتاب شائع ہوئی ہے۔ جس کا نام ہے "مسیح زندہ درگور کر دیئے گئے"۔ اس میں بھی تفصیل کے ساتھ اس تمام تحقیق کو بیان کیا گیا ہے۔

یہ امور جہاں ایک طرف اہل یورپ کی تبدیلی کی غمازی کرتے ہیں وہاں اس امر کا بھی زندہ ثبوت ہیں کہ عیسائیت کی کھوکھلی بنیاد اب کمزور ہو رہی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ عیسائیت کے جھوٹے خدا اب ضرور مریں گے اور کوئی انہیں موت کا شکار ہونے سے بچا نہ سکے گا بالکل درست ثابت ہو رہا ہے۔ بہرحال ان امور سے پتہ چلتا ہے کہ مغرب کے علماء اور مصنفین کے اندر شدت سے یہ جذبہ پایا جاتا ہے کہ وہ اسلام کو اچھی طرح سمجھیں، اس کی قدر کریں۔ اس پر ہمدردانہ غور کریں۔ لیکن عرصہ دراز کے تعصبات کو دور کرنے میں کچھ وقت ضرور لگے گا۔ ضرورت ہے سرگرم اور مستقل کوشش کی جو اس تعصب اور تنگ نظری کی فضا کو بالکل بدل کر رکھ دے۔ اور حقیقی خداشناسی کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ اہل مغرب کا یہ رجحان رہا ہے کہ وہ زمانہ حال کے مسلمانوں کی کمی اور کمزوری کو اسلامی تعلیم کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نام نہاد مسلمین کی کمزوریاں اسلامی اقدار سے غفلت اور ناواقفی کا نتیجہ ہیں نہ کہ ان پر عمل پیرا ہونے کا۔ بہرحال ایک اور چیز جس نے اہل یورپ کو پریشان کر رکھا ہے۔ وہ ان کا مادی تصور حیات ہے۔ اس کی بدولت ان کے معاشرہ میں جو برائیاں جنم لے رہی ہیں ان کا انہیں شدت سے احساس ہو رہا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ابتدا میں انہوں نے جس قسم کے الزامات اسلام پر لگائے اسی قسم کے الزامات آج خود ان کے فضلاء عیسائیت پر لگا رہے ہیں۔ اور ان کا ایک طبقہ اب یہ محسوس کرنے لگا ہے کہ اس مادی

تصورِ حیات نے انسان کو ایک اعلےٰ درجہ کا ترقی یافتہ حیوان بنا دیا ہے۔ جو آسمانوں پر پرواز اور سیاروں کی طرح فضا میں گردش کر سکتا ہے سمندروں کی تہ کی خبر لا سکتا ہے۔ لیکن زمین پر انسانوں کی طرح نہیں چل سکتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سائنس کی ترقیاں انسانوں کے لئے رحمت سے زیادہ زحمت بنتی جا رہی ہیں۔ بڑے بڑے مفکر اور سائنسدان حیران ہیں کہ اگر ایٹمی قوت کو دنیا کی تعمیر اور انسانیت کی خدمت کی بجائے اس کی تخریب اور بربادی کے لئے استعمال کیا گیا تو عالمِ انسانیت کا انجام کیا ہوگا۔ اس کے تدارک کی انہیں کوئی تدبیر سمجھ نہیں آتی۔ چنانچہ ایک طبقہ اب مذہب اور روحانیت کی طرف مائل ہو رہا ہے اور ان میں یہ احساس روز بروز ترقی کرتا چلا جا رہا ہے کہ انسانیت کو حقیقی امن اور حقیقی خوشحالی کے لئے مذہب اور روحانی اقدار کی شدید ضرورت ہے۔ اہلِ مغرب کا یہ جدید رجحان اسلام اور بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ ان کے مادی تصورِ حیات میں یہ تبدیلی انہیں اسلام سے قریب تر لانے کا موجب ہو رہی ہے۔ کیونکہ اسلام بذاتِ خود اپنے اندر ایک زبردست مقناطیسی قوت رکھتا ہے اور بے پناہ قوتِ عمل کا حامل ہے۔ ان حالات میں اب روحانیت کی تلاش میں اہلِ مغرب دوبارہ عیسائیت کا رخ نہیں کریں گے۔ کیونکہ اس کا انہیں پہلے سے ہی تجربہ ہو چکا ہے اور ان کے دل یہ یقین کر چکے ہیں کہ عیسائیت ایک شجرِ بے ثمر ہے۔ آخر کار ان کی نظریں حقیقی اسلام کی طرف ہی اٹھیں گی کیونکہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ جس کے اصول اور احکام اگر اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں اور انسان ان پر پوری مستعدی کے ساتھ عمل پیرا ہو جائے تو اس کے نتیجہ میں اسے اطمینانِ قلب کی دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور وہ ایک نئی زندگی سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ یہی وہ وقت ہے، جس کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد تطلع الشمس من مغربھا میں اشارہ کیا گیا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالکِ مغربی جو قدیم سے ظلمت و ضلالت میں ہیں آفتابِ صداقت سے منور کئے جائیں گے۔ اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔ . . . جب ممالکِ مغربی کے لوگ فوج در فوج دینِ اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ تب ایک انقلابِ عظیم ادیان میں پیدا ہوگا۔ اور جب یہ آفتاب پورے طور پر مغربی ممالک میں طلوع کرے گا تو وہی لوگ اسلام سے محروم رہ جائیں گے جن پر دروازہ توبہ کا بند ہے۔ یعنی جن کی فطرتیں بالکل مناسبتِ حال اسلام کے واقع نہیں۔" (ازالہ اوہام ص ۵۱۵، ۵۱۷)

(یہ مقالہ جامعہ احمدیہ کی طرف سے منعقدہ ایک سیمینار میں پڑھا گیا۔ (ادارہ)

تربیتِ اولاد

— (مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم ۔ اے) —

تربیت اولاد کا موضوع جب ہمارے سامنے آتا ہے تو ہمارے ذہنوں میں اس کے متعلق کئی سوالات ابھرتے ہیں

مثلاً (۱) تربیت اولاد سے کیا مراد ہے؟

(۲) تربیتِ اولاد کس کی ذمہ واری ہے؟

(۳) تربیتِ اولاد کی کیا اہمیت ہے؟

(۴) تربیت اولاد کے سلسلہ میں کون کون سے امور عموماً روک بن جاتے ہیں؟

(۵) تربیت اولاد کا طریق کیا ہے؟

آیئے اب ایک ایک کر کے ان سوالات پر غور کریں اور ان کا حل معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اپنی جناب سے راہ نمائی فرمائے اور اگر ہمیں حل معلوم ہو جائے ۔ تو اس پر کما حقہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ذیل کی سطور اسی بارہ میں ایک کوشش کا رنگ رکھتی ہیں وما توفیقی الّا باللہ العلی العظیم۔

—— (۱) ——

تربیت سے کیا مُراد ہے؟ تربیت عربی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں پالنا پرورش کرنا اور ترقی کے سامان پیدا کرنا۔ تربیت اولاد کے معنے ہیں اولاد کو پالنا پرورش کرنا اور ان کی جملہ قوتوں کو ان کی استعداد کے اعلیٰ ترین نقطہ تک پہنچانے کی کوشش کرنا۔ اس سلسلہ میں یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو چار قسم کی قوتیں عطا فرمائی ہیں۔ ا۔ جسمانی قوتیں (ب) ذہنی قوتیں جن کے ذریعہ انسان علوم و فنون حاصل کرتا ہے (ج) اخلاقی قوتیں جن کی بدولت انسان نیکی بدی میں تمیز کرتا۔ بُری باتوں سے اجتناب کرتا اور اچھی باتوں اور اچھے کاموں میں ترقی کرتا ہے۔ (د) روحانی قوتیں جن کے ذریعہ انسان اپنے پیدا کرنے والے مالک و خالق سے تعلق پیدا کرتا اور اس تعلق میں ترقی کرتا رہتا ہے۔

انسانی تربیت میں یہ امر داخل ہوگا کہ انسان کی ان چاروں قوتوں کو نشوونما دی جائے اور ان کی ترقی کا سامان مہیا کیا جائے۔ اگر ہم کسی انسان کی صرف ایک یا دو قوتوں کی نشوونما کا سامان تو مہیا کر دیتے ہیں۔ مگر باقی قوتوں کو مردہ اور کالعدم رہنے دیتے ہیں تو دراصل ہم ایک مفلوج انسان تیار کرتے ہیں جس کی شخصیت کا ایک حصہ تندرست ہے اور دوسرا حصہ بیمار

ومفلوج یا مُردہ ہوتا ہے۔

جہاں تک جسمانی اور ذہنی تربیت اور ترقی کا سوال ہے ہمارے معاشرے میں قریباً تمام والدین اپنی اولاد کی جسمانی اور ذہنی پرورش کے متعلق عموماً فکرمند ہوتے ہیں اور اس سلسلہ میں کوشاں رہتے ہیں۔ سوائے ذہنی طور پر معذور انسانوں کے ماں باپ اپنے بچوں کو اپنے اپنے علم اور سمجھ کے مطابق بہتر سے بہتر غذا مہیا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بچوں کی خاطر وہ بہت تکالیف برداشت کرتے اور مشقتیں اٹھاتے ہیں تاکہ ان کے بچوں کی جسمانی و ذہنی ترقی کا سامان پیدا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں قوتوں کی ترقی براہ راست اس دنیاوی مادی زندگی کی خوشحالی کو اپنی اولاد کے لئے ضروری سمجھتے ہیں اور ان کے دلوں کی گہرائیوں میں اس زندگی کی خوشحالی کی اہمیت جاگزیں ہوتی ہے اس لئے وہ دل کی گہرائیوں سے اپنی اولاد کے لئے اس امر کے متمنی ہوتے ہیں کہ ان کی جسمانی اور ذہنی قوتیں ترقی پذیر ہوں تا وہ اس دنیا میں خوشحالی کی زندگی بسر کر سکیں۔

اس کے برعکس بعض لوگوں کو اخلاقی اقدار اور ان کے مفادات اور اہمیت پر کامل یقین نہیں ہوتا۔ اسی طرح روحانی اقدار اور تعلق باللہ کی اہمیت پر پورا یقین نہیں ہوتا۔ مرنے کے بعد کی زندگی اور اس میں پیش آنے والی جنت اور دوزخ پر کماحقہ یقین نہیں ہوتا۔ اس لئے اپنے بچوں کی جسمانی یا ذہنی قوتوں کی تربیت کے مقابلہ میں اخلاقی اور روحانی قوتوں کی تربیت کی طرف وہ بہت کم توجہ کرتے ہیں یا بالکل کرتے ہی نہیں۔

دراصل یہ سارا مسئلہ والدین کے اپنے یقین اور ایمان کا ہے۔ جو والدین سچ مچ اس یقین سے پُر ہوتے ہیں کہ ایک نہ ختم ہونے والی زندگی مرنے کے بعد شروع ہوگی جس میں انسان کو یا دائمی خوشحالی و خرمی جنت کی صورت میں ملتی ہے یا سینکڑوں اور ہزاروں سالوں تک آگ میں جلنا پڑتا ہے۔ تاوقتیکہ اس کے مواد فاسدہ اس آگ میں پورے طور پر جل جائیں اور وہ جنت میں داخل ہوکر اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کو جذب کرنے کے قابل ہو جائے۔ ایسے والدین سب سے بڑھ کر اپنی اولاد کی اخلاقی و روحانی تربیت کے لئے فکرمند ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور بھی اپنے بچوں کے لئے ان کی سب سے بڑی دعا یہ ہوتی ہے کہ ؎

یہ ہو میں دیکھ لوں تقوےٰ سبھی کا ؞ جب آئے وقت میری واپسی کا (مسیح موعود)

مگر وہ والدین جو اپنے بچوں کی اخلاقی اور روحانی ترقی کے بارے میں اتنے متفکر اور ساعی نہیں ہوتے۔ جتنے وہ ان کے دنیوی اور مادی مفادات کے بارے میں متفکر اور ساعی ہوتے ہیں۔ وہ دراصل خود اپنے دل کی گہرائیوں میں اگلے جہان کی زندگی اور اخلاقی اقدار کے مفادات کے منکر ہوتے ہیں۔ اور یا ان کا اس بارے میں یقین قریباً قریباً نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ اگر وہ یہ کہیں کہ نہیں نہیں۔ ہم تو ان باتوں پر پورا پورا یقین رکھتے ہیں۔ ہم سے اس سلسلہ میں صرف سستی اور غفلت ہو جاتی ہے۔ تو دراصل وہ دھوکہ خوردہ ہیں۔ جب کسی امر پر انسان کو سچا یقین ہو تو اس کے لوازم بہرحال ظاہر ہوتے

ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب و ملفوظات میں بار بار اسی فلسفہ کو قرآن کریم سے استنباط کر کے پیش کیا ہے کہ جہاں بھی انسان سستی اور غفلت دکھاتا ہے۔ وہاں دراصل اس کا باعث یقین کی کمی یا فقدان ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی آنکھوں سے کسی سانپ کو ایک بل میں داخل ہوتے ہوئے مشاہدہ کیا ہو۔ تو کیا وہ کبھی بھول کر بھی اس میں اپنی انگلی ڈالے گا؟ اسی طرح اگر کسی شخص نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو کہ فلاں ٹھنڈے شربت کے گلاس میں کسی شخص نے دو تین قطرے پیشاب کے ملا دیئے ہیں تو وہ کبھی بھی اس شربت کو پینے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ خواہ اُسے کتنی ہی پیاس کیوں نہ لگی ہوئی ہو۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ اسے ان امور کی مضرتوں پر پورا یقین حاصل ہوتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رحمتہ دو عالم کے فرزند جلیل حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی نیا مذہب جاری نہیں کیا اور نہ ہی کوئی نیا کلمہ بنایا کیونکہ آپ کو اللہ تعالےٰ نے آپ کے آقا کی پیشگوئیوں کے مطابق دین اسلام کی خدمت اور ترویج کے لئے ہی دنیا میں مبعوث فرمایا ہے۔ لیکن اگر کسی ایک چھوٹے سے فقرہ کو آپ کی تعلیم کا مغز اور خلاصہ کہا جا سکتا ہے۔ تو ایسے فقرات میں سے ایک فقرہ یہ ہے کہ

"دین کو دنیا پر مقدم کرو"

اور دین کو دنیا پر وہی شخص مقدم کرے گا۔ جس کو دین اس کے مفادات اور اگلے جہان کی زندگی پر پورا پورا یقین ہو۔ اور جب تک انسان کو ان امور پر قرار واقعی یقین نہ ہو۔ وہ دین کو دنیا پر مقدم کر ہی نہیں سکتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ والدین جب اپنی اولاد کو جسمانی بیماری میں مبتلا پاتے ہیں۔ اور انہیں ان کی موت کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے۔ تو وہ اس کے تدارک کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب ان کی اولاد اخلاقی اور روحانی بیماریوں میں مبتلا ہوتی ہے۔ اور ان کی اخلاقی اور روحانی موت کا اندیشہ سامنے آتا ہے تو ان کے اندر وہ فکر اور تشویش پیدا نہیں ہوتی جو جسمانی بیماری کی صورت میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہوتا ہے کہ وہ دنیا کو دین پر مقدم کرنے والے ہیں اور دین کے مفادات پر انہیں اس قدر یقین نہیں ہے۔ جتنا کہ دنیوی مفادات اور خوشحالیوں کی اہمیت پر ہے۔

بعض والدین اگر یہ دیکھیں کہ ان کی اولاد دنیوی علوم سے محروم رہی جاتی ہے۔ تو ان کے دلوں میں سخت غم پیدا ہوتا ہے اور ان کے دل کا چین اور آرام مفقود ہو جاتا ہے۔ لیکن اس علم کے باوجود کہ اخلاقی اور روحانی علوم سے ان کی اولاد بالکل کوری ہے اور قرآن کریم پر عمل تو کجا اس کے مضامین کے علم سے بھی ان کی اولاد کوسوں دور ہے تو ان کے دلوں کا چین مفقود نہیں ہوتا۔ اور وہ بڑے آرام سے رات کو میٹھی نیند سوتے ہیں تو یہ اس امر کی علامت ہے کہ ان کے دلوں کی گہرائیوں میں حیات آخرت پر وہ یقین نہیں ہے جو کہ اس ورلی اور مادی زندگی اور اس کی خوشحالی کی اہمیت پر ہے۔

دیکھیں کہ اپنی اولاد کی جسمانی اور ذہنی اور علمی ترقی پر ماں باپ کس قدر مال خرچ کرتے ہیں۔ کیا اس کا بیسواں حصہ بھی انہیں قرآن سکھلانے پر خرچ کرتے ہیں؟ اگر نہیں کرتے تو کیا اس امر کی علامت نہیں کہ ان کے دلوں کی گہرائیوں میں یہ یقین موجود ہے کہ دنیوی علوم کے بغیر ان کی اولاد سخت گھاٹے میں رہے گی۔ اور یہ امر ان کے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔ لیکن قرآن کریم کے علم کے بغیر ان کی اولاد ہرگز تباہ و برباد نہیں ہو گی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جہاں تک تربیت اولاد کے بعض پہلوؤں کا تعلق ہے تمام والدین اپنے علم اور سمجھ کے مطابق تربیت کر رہے ہیں۔ یعنی وہ اپنے بچوں کی جسمانی اور ذہنی ترقی میں ہر وقت متفکر اور ساعی رہتے ہیں۔ ہاں اخلاقی اور روحانی اقدار پر چونکہ انہیں اتنا یقین نہیں ہوتا جتنا کہ جسمانی اور ذہنی و علمی ترقی کے مفادات پر یا سرے سے یقین ہوتا ہی نہیں۔ اس لئے اپنی اولاد کی اخلاقی اور روحانی تربیت میں وہ سخت غفلت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ پس اگر ہم والدین کے دلوں میں اولاد کی اخلاقی اور روحانی تربیت کی طرف خاص توجہ اور فکر پیدا کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلا کام اس سلسلہ میں یہ ہونا چاہیئے کہ خود والدین کے دلوں میں اخلاقی اور روحانی اقدار اور ان کے مفادات پر سچا ایمان پیدا ہو۔ اسی طرح جو والدین اپنی اولاد کی اخلاقی اور روحانی تربیت کے خواہاں ہیں انہیں اللہ تعالےٰ کے حضور گر گر کر اخلاقی و روحانی اقدار اور ان کے مفادات پر سچا ایمان اور حیات آخرت پر کامل یقین طلب کرنا چاہیئے۔ وَمَنْ طَلَبَ وَجَدَ۔ کیونکہ جہاں یہ یقین پیدا ہو گا وہاں اس کے لوازمات ضرور موجود ہوں گے۔ اس صورت میں والدین اس امر کو تو گوارا کر لیں گے کہ ان کے بچے دنیوی طور پر تو بے شک غریب اور کنگال رہیں مگر یہ کبھی بھی برداشت نہ کریں گے کہ اخلاقی اور روحانی دولت کے لحاظ سے وہ کسی سے کم رہیں۔ یا اس دنیا میں وہ محلات اور باغات کے مالک ہوں۔ لیکن موت کے بعد والی زندگی میں خون اور پیپ ان کی غذا ہو۔

پس سچی بات یہی ہے کہ تربیتِ اولاد کا عمل جو چاروں پہلوؤں پر حاوی ہو خود والدین کے ایمان اور یقین پر منحصر ہے۔ تاہم یہ امر بطور ایک عام قاعدے کے ہے اور ایسا قاعدہ کلیہ نہیں ہے جس میں کوئی استثنا نہ ہو۔ کیونکہ ہر کام اور عمل کا آخری نتیجہ جس کو ہم مقدر یا تقدیر بھی کہہ سکتے ہیں۔ بے شمار عوامل اور اسباب کے عمل اور ردّ عمل کا مجموعی جواب ہوتا ہے۔ تربیت اولاد کے سلسلہ میں سب سے بڑا دخل تو والدین کے اثر اور ان کی اپنی ایمانی اور عملی حالت کا ہی ہوتا ہے۔ مگر یہ عمومی رنگ میں ہے۔ بعض دوسرے عوامل ایسے ہو سکتے ہیں جو کہ اثر والدین کے نیک اثر پر غالب آجائے اور اولاد بگڑ جائے۔ مثلاً صحبت بد کا میسر آجانا یا دہریہ قسم کے اساتذہ سے واسطہ پڑ جانا ایسے امور ہیں جو بچے کا اور اس کے نفس زکیہ کا حلیہ بگاڑ دیتے ہیں۔ جیسے آجکل کے کالجوں کی تعلیم کا حال ہے کہ اگر دینی تعلیم و تربیت ساتھ ساتھ جاری نہ رہے۔ تو وہ موجودہ کالا علم جو ہمارے کالجوں

میں فتنہ دجال کے اثرات کے نتیجہ میں تقسیم کیا جاتا ہے وہ ہمارے بچوں کو کچھ کا کچھ بنا دیتا ہے۔ اسی مضمون کو اردو کے مشہور شاعر جناب اکبر الٰہ آبادی نے اس شعر میں اس طرح بیان کیا ہے کہ ؎

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

یعنی اگر فرعون مصر میں ایک " فرعون گورنمنٹ کالج برائے بنی اسرائیل" مع مخلوط تعلیم کے قائم کر دیتا تو بنی اسرائیل کے تباہ و برباد کرنے کے مقصد میں کامیاب بھی ہو جاتا اور بدنام بھی نہ ہوتا۔ اس لیے نور علم کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ؎

علم آں بُوَد کہ نورِ فراست رفیقِ اوست
ایں علم تیرہ را بہ پشیزے نمی خرم

یعنی حقیقی علم وہی ہے کہ نورِ فراست اس کا ساتھی اور رفیق ہو اس تاریک علم کو تو میں ایک کانی کوڑی کے بدلے میں نہ خریدوں گا۔

تاریخ کے اوراق میں ہمیں اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان کی مثال نظر آتی ہے جس نے اپنے والد کے نیک روحانی اثرات کو قبول نہ کیا اور اگر کچھ قبول کیا بھی تو اپنی ماں کے بُرے اثر نیز بُرے دوستوں کے بد اثر کو اس پر غالب آنے دیا اور تباہ ہو گیا۔ مشہور مقولہ ہے کہ پسرِ نوح با بداں بہ نشست و بد شد

پس عام قاعدہ یہی ہے جس میں بوجوہ مستثنیات بھی ہو سکتی ہیں کہ تربیت اولاد وہی ہے جو والدین کے اثر کے نتیجہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ عربی زبان کا ایک مقولہ یہ ہے کہ

اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ

یعنی بچہ اپنے باپ کا بھید ہوتا ہے۔ یعنی بہت سی ایسی باتیں جو ایک باپ اپنے قلب میں یا اپنے اعمال میں چھپا رہا ہوتا ہے، اس کے بچے کے ذریعہ سے ان کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ اور بچہ ان رازوں کا بھانڈا عین چوراہے میں پھوڑ دیتا ہے۔ کیونکہ بچہ کو جو کچھ ملتا ہے عموماً وہ اسے اپنے والدین سے ہی ملتا ہے۔

اس ساری بحث و تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ تربیت اولاد کے معنے ہیں اپنی اولاد کی چاروں قسم کی قوتوں یعنی جسمانی ذہنی اخلاقی اور روحانی کو ان کی استعداد ترقی کے آخری نقطہ تک پہنچانا۔ اس میں سے والدین عموماً پہلی دو قوتوں کے بارے میں اپنے بچوں کی تربیت کرتے ہی ہیں مگر آخری دو قوتوں کے بارے میں عموماً مجرمانہ غفلت کرتے ہیں جو ان کی اپنی ایمانی اور عملی حالت کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔

"تربیتِ اولاد" کے موضوع کا مطلب دراصل آخری دو قوتوں کی تربیت ہی ہے اور آئندہ سطور میں

تربیت کے اسی حصہ کو زیادہ تر مدنظر رکھا جائے گا۔ انشاءاللہ العزیز
ایک اور امر کی طرف برسبیل تذکرہ اس وقت اشارہ کر دیا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل تو انشاءاللہ العزیز اگلی اقساط میں ہی آئے گی کہ جسمانی و علمی تربیت کا علم اخلاقی و روحانی تربیت بالکل متوازی اور قریباً قریباً انہی خطوط پر چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مادی اور روحانی سلسلوں اور نظاموں کو عموماً متشابہ اور متوازی بنایا ہے۔ انّ فی ھذا الآیات للمتفکرین ؎

وَ اٰخِرُ کَلِمِنَا حَمدٌ وَ شُکرٌ
لِرَبٍّ مُحْسِنٍ ذِی الْاِمْتِنَانِ (باقی)

ہمارے عقائد

"جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے، اور جس خدا کی کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں۔ اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو، قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔ اور ہم ایمان

لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرّہ کم کرے یا ایک ذرّہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کا اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ اُن سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اَور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے۔ اور قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کرکے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔"

(ایام الصلح صفحہ ۸۶، ۸۷ طبع اوّل)

دستورِ اساسی انصار اللہ میں

بعض اضافہ جات

گزشتہ سال مجلس انصار اللہ راولپنڈی صدر نے مجلس شوریٰ کے لئے حسب ذیل دو تجاویز بھجوائی تھیں۔
ا۔ صفحہ ۵ دستورِ اساسی انصار اللہ قاعدہ ۱۳ ۔ (ب) میں نائب صدر کے آگے نائب صدر صف دوم بھی بڑھایا جائے۔
(ب) فرائض و اختیار عہدہ داران میں قاعدہ ۱۰۹ کے بعد نائب صدر صف دوم کے فرائض و اختیارات کا اضافہ کیا جائے۔

گزشتہ سال چونکہ مجلس شوریٰ انصار اللہ کا انعقاد نہ ہو سکا۔ اس لئے صدر محترم نے ان دو تجاویز پر غور کرنے کے لئے مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب، مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب پر مشتمل کمیٹی مقرر فرمائی۔ کمیٹی نے پورے غور و خوض کے بعد اپنی سفارشات صدر محترم کی وساطت سے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بغرض منظوری پیش کیں۔ حضور نے دستورِ اساسی میں جو اضافہ جات و تراجیم منظوری فرمائی ہیں اس کی تفصیل مجالس کی اطلاع کے لئے پیش ہے۔

قاعدہ ۱۳ ب کے الفاظ حسب ذیل ہوں گے۔

صدر مجلس۔ نائب صدر۔ نائب صدر صف دوم اور دیگر عہدہ داران کے احکام کی تعمیل (بصورت اختلاف تعمیل حکم کے بعد عہدہ دار متعلقہ کی وساطت سے صدر سے وضاحت کروانے کا حق ہر رکن کو حاصل ہوگا)

اضافہ قاعدہ ۱۰۹ ب۔

نائب صدر صف دوم

دستورِ اساسی کے قواعد ۸۴، ۹۰ تا ۹۲ اور ۱۰۱ الف کا اطلاق نائب صدر صف دوم پر بھی ہوگا۔ البتہ نائب صدر صف دوم کے لئے ضروری ہوگا کہ اس کی عمر ۴۰ اور ۴۷ سال کے درمیان ہو۔

۲۔ نائب صدر صف دوم کا فرض ہوگا کہ وہ صدر کی عمومی نگرانی میں

ا۔ صفِ دوم کے انصار کی تنظیم کرے۔
ب۔ صفِ دوم کے اراکین کے اندر علمی پروگراموں میں حصہ لینے کا شوق پیدا کرے۔
ج۔ سائیکل رکھنے اور سائیکل چلانا سیکھنے کی اراکین ترغیب دے
د۔ صف دوم کے اراکین کو سائیکل سفر برائے ملاپ وخدمت خلق میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شامل کرنے کی کوشش کرے۔
ہ۔ اس امر کی کوشش کرے کہ صفِ دوم کے اراکین مجلس کے عمومی لائحۂ عمل پر پوری طرح کاربند ہوں۔
و۔ نائب صدر صف دوم ہر ماہ اپنے کام کی رپورٹ صدر کے سامنے پیش کرے گا۔

۳۔ قاعدہ ۱۲/ الف کے الفاظ حسب ذیل ہوں گے۔
سلسلہ عالیہ احمدیہ کے وہ افراد جن کی عمر ۴۰ سال سے زیادہ ہو اس مجلس کے لازمی رکن ہوں گے۔ البتہ وہ خدام جو سال کے دوران کسی تاریخ کو ۴۰ سال کی عمر کو پہنچ جائیں۔ وہ اگلے سال اکٹھے یکم جنوری کو مجلس انصار اللہ کی تنظیم میں شامل ہوں گے۔
انصار اللہ کے اراکین کی دو صفیں ہوں گی۔ صف اوّل ۵۵ سال سے زائد عمر کے انصار پر مشتمل ہوگی اور صفِ دوم میں ۴۰ سال سے ۵۵ سال کی عمر کے انصار شامل ہوں گے۔"

۴۔ قاعدہ ۲۲ کے الفاظ حسب ذیل ہوں گے۔
مجلس عاملہ مرکزیہ
(۱) صدر (۲) نائب صدر (۳) نائب صدر صف دوم (۴) قائدین مرکزیہ اور صدر کے نامزد اراکان پر مشتمل ہوگی۔

۵۔ دستور اساسی کے قواعد ۲۴، ۲۵ کے الفاظ حسب ذیل ہوں گے۔
مجلس عاملہ ملک علاقہ
۲۴ ناظم اعلیٰ ملک / علاقہ (۲) معتمد عمومی (۳) معتمد تعلیم (۴) معتمد تربیت (۵) معتمد ایثار (۶) معتمد مال (۷) معتمد اصلاح وارشاد (۸) معتمد ذہانت وصحت جسمانی (۹) معتمد وقف جدید (۱۰) معتمد تحریک جدید۔ (۱۱) معتمد تجنید (۱۲) معتمد اشاعت (۱۳) نائب ناظم اعلیٰ صف دوم ملک / علاقہ جو ۴۰ سال سے ۵۰ سال کی عمر کے درمیان ہونا ضروری ہے۔"
قاعدہ ۲۵ مجلس عاملہ ضلع
مجلس عاملہ ضلع مندرجہ ذیل عہدہ داران پر مشتمل ہوگی۔

(۱) ناظم ضلع ۲ مہتمم عمومی ۳ مہتمم تعلیم ۴۔ مہتمم تربیت ۵۔ مہتمم ایثار ۶۔ مہتمم اصلاح وارشاد ۷۔ مہتمم مال ۸۔ مہتمم ذہانت وصحت جسمانی ۹۔ مہتمم وقف جدید۔ ۱۰۔ مہتمم تحریک جدید۔ ۱۱۔ مہتمم تجنید۔ ۱۲۔ مہتمم اشاعت ۱۳۔ نائب ناظم صف دوم۔ (عمر ۴۰ سال سے ۵۰ سال کے درمیان ہونا ضروری ہے)

قاعدہ ۲۶ مجلس عاملہ مقام

مجلس عاملہ مقام مندرجہ ذیل عہدہ داران پر مشتمل ہوگی۔

۱۔ زعیم اعلیٰ۔ ۲۔ منتظم عمومی ۳۔ منتظم تعلیم ۴۔ منتظم تربیت ۵۔ منتظم ایثار۔ ۶۔ منتظم اصلاح وارشاد ۷۔ منتظم ذہانت وصحت جسمانی ۸۔ منتظم وقف جدید۔ ۹۔ منتظم تحریک جدید۔ ۱۰۔ منتظم مال ۱۱۔ منتظم تجنید ۱۲۔ منتظم اشاعت۔ ۱۳۔ نائب زعیم اعلیٰ صف دوم (عمر ۴۰ سال سے ۵۰ سال کے درمیان ہونا لازمی ہے)

قاعدہ ۲۷ مجلس عاملہ حلقہ

مجلس عاملہ حلقہ مندرجہ ذیل عہدہ داران پر مشتمل ہوگی۔

۱۔ زعیم حلقہ۔ ۲۔ نائب زعیم عمومی ۳۔ نائب زعیم تعلیم ۴۔ نائب زعیم تربیت ۵۔ نائب زعیم ایثار۔ ۶۔ نائب زعیم اصلاح وارشاد۔ ۷۔ نائب زعیم مال ۸۔ نائب زعیم ذہانت وصحت جسمانی ۹۔ نائب زعیم وقف جدید ۱۰۔ نائب زعیم تحریک جدید ۱۱۔ نائب زعیم تجنید۔ ۱۲۔ نائب زعیم اشاعت۔ ۱۳۔ نائب زعیم صف دوم حلقہ۔ (عمر ۴۰ سال سے ۵۰ سال کے درمیان ہونا ضروری ہے)

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

ہر وقت دعا کرتے رہو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"تضرع کا طریق اختیار کرو۔ یہ دن عیش میں گزار دو یا خدا کی راہ میں تکلیف اٹھا کر۔ آخر کار ربخدا وند۔ بس ہر وقت دعا کرتے رہنا چاہیئے تا دنیا کی آفات سے بچے رہو۔ ایمان سلامت رہے اور رضوانِ الٰہی حاصل ہو"

(البلاغ المبین صلا)

ماہنامہ "انصار اللہ"

ماہنامہ "انصار اللہ" ایک بلند پایہ تربیتی رسالہ ہے۔ اس ماہنامہ کے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

"مَیں اس جگہ رسالہ "انصار اللہ" کے متعلق بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ یہ رسالہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑی قابلیت سے لکھا جاتا اور ترتیب دیا جاتا ہے۔ اور اس کے اکثر مضامین بہت دلچسپ اور دماغ میں جلا پیدا کرنے اور روح کو روشنی عطا کرنے میں بڑا اثر رکھتے ہیں۔"

پس انصار اللہ کو چاہیئے کہ اس رسالہ کو ہر جہت سے ترقی دینے کی کوشش کریں۔ اس کی اشاعت کا حلقہ وسیع کریں اور اس کے لئے مختلف علمی موضوعات پر اچھے اچھے مضامین لکھ کر بھجوائیں تاکہ اس کی افادیت میں ترقی ہو۔ اور اس کے متعلق دلچسپی بڑھتی چلی جائے۔"

(افتتاحیہ خطاب سالانہ اجتماع انصار اللہ ۱۹۶۲ء)

منیجر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

رسالہ کی توسیع اشاعت کے لئے

آپ کے تعاون کا محتاج ہے

شرائطِ بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ

اشتہار تکمیلِ تبلیغ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء

تحریر فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اوّل بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا۔ اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرکے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلاء میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا۔ اور بہر حالت راضی بقضاء ہوگا۔ اور ہر یک ذلّت اور دُکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر مُنہ نہیں پھیرے گا۔ بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعتِ ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خُلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم یہ کہ دین اور دین کی عزّت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزّت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم یہ کہ اس عاجز سے عقدِ اخوّت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقتِ مرگ قائم رہے گا۔ اور اس عقدِ اخوّت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلّقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا۔